ترجمہ و تلخیص

ذخیرہ اندوزی کو ختم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے

ـــــــــــــ ڈاکٹر سلام عبدالکریم سمیسم

مترجم: پروفیسر مسعود الرحمٰن خان ندوی

بھوک اور خوف نفس بشری کو پیش آنے والے دو احساسات ہیں۔ ان کے درمیان برابر درجہ کا ربط ہے۔ امن و امان صرف اسی بشر کو حاصل ہوسکتا ہے جس کی بھوک کی ضرورت کی تکمیل ہوگئی ہو اور جسے خوف کے احساس سے نجات مل گئی ہو۔ ان دو چیزوں کو اللہ نے اپنا فضل و احسان قرار دیا ہے۔ قریش کے تجارتی اسفار کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ. الَّذِیْ أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ وَّآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ. (قریش: ۳-۴)

انہیں چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور خوف میں امن دیا۔

غذا اور امن کے درمیان مستحکم ربط ایک اور آیت میں مزید واضح ہوتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ.

(البقرۃ- ۱۵۵)

ہم تم کو کچھ خوف اور بھوک اور مالوں، جانوں، پھلوں میں کمی سے ضرور آزمائیں گے اور صابرین کو خوش خبری دے دیجیے

اس آیت میں خوف کے احساس کو بھوک کے احساس اور اس کی تابع نعمتوں میں کمی پر مقدم رکھا گیا ہے، گویا کہ نفس بشری کو تکلیف پہنچانے والی چیزوں میں خوف، بھوک اور غذا کی کمی ایک ہی درجہ کی مصیبتیں اور آزمائشیں ہیں، اسی لیے امن و امان کا احساس ان تمام چیزوں کی ایک ساتھ تکمیل سے ابھرتا ہے۔ اس آیت میں بھی غذا کو امان

سے مربوط کر کے اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔

اس سے یہ اہم حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اسلامی فکر نے شروع ہی سے غذا کی اہمیت اور خوف سے اس کے ربط کا ادراک کیا اور اس کو اس کے تنگ مفہوم (محض حیاتی ضرورت) سے نکال کر انسان کے امن وامان اور عزت وکرامت کی نفسی حاجت میں شمار کیا۔ اس نے سمجھا کہ غذا کی بشری حاجت کی تکمیل خوف سے امن کے ساتھ مربوط ہے، اس لیے دونوں حاجتوں میں امان کی ضرورت ہم درجہ ہے۔ اسی کے ساتھ آیاتِ بالا میں بشر کو اللہ کے عطا کردہ اسباب ووسائل کی فراہمی اور ان کی یاددہانی کے ساتھ قریش کا ذکر مثال کے طور پر آیا ہے، تاکہ وہ اپنی حاجات پوری کریں۔ یہ بھی فرد کی غذائی حاجت کی تکمیل سے حاصل کردہ غذائی امن کے مفہوم کا عمیق ادراک ہے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کی انسان کو عطا کردہ نعمتوں کو عزت وکرامت سے مربوط کر کے انسان کی تکریم کی دوسری صورت واضح ہوتی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً. (الاسراء—۷۰)	بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت دی، ان کو خشکی وپانی میں سواری دی، ان کو پاکیزہ نعمتیں عطا کیں اور ان کو ہماری پیدا کردہ بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی۔

یہ کتنی بڑی بات ہے کہ انسان کی عزت وکرامت ایک فرد کا باری تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حق ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو عطا کردہ حق رزق (یعنی پاک غذا) سے مربوط ہو۔

اقتصادی ومعاشی حاجات کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر

فقہائے اسلام کے مطابق حاجات درج ذیل ہیں: [۱]

۱۔ضروریات: وہ ہیں جن کے بغیر انسان عبادت وعمارت (تعمیر) کی اپنی خلافتی ذمہ داریاں انجام نہ دے سکے، جیسے گھر، لباس، غذا۔ یہ وہ حاجات ہیں کہ اگر ان کی

تکمیل فرد کی کمائی ہوئی اجرت سے نہ ہو سکے تو بیت المال اس کی مدد کر کے ان حاجات کی تکمیل کرے گا، تا کہ فرد اپنی خلافتی ذمہ داریاں ادا کرے۔[۲]

امام شاطبیؒ نے ضروریات کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:
''ضروریات وہ ہیں جن کا وجود دین و دنیا کے مصالح کے قیام کے لیے ناگزیر ہو، یعنی اگر وہ مفقود ہوں تو دنیا کے مصالح صحیح طریقہ سے قائم نہ ہوں، بلکہ فساد اور بگاڑ رونما ہو، موت و حیات کا مسئلہ پیدا ہو جائے، اور اخروی مصالح میں نجات و نعیم کے فوت ہونے اور خسران مبین میں مبتلا ہونے کا سوال کھڑا ہو جائے۔[۳]''

قرآن کریم میں ان ضروریات کی اصل اور سنت میں ان کی تفصیل ہے۔ ان کا مجموعہ دین، نفس، نسل، مال اور عقل کے ضمن میں آتا ہے۔ دنیا کی تخلیق بندگانِ خدا کو نعمتوں کی بخشش پر ہوئی ہے، تا کہ وہ ان کو حاصل کر کے ان سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ کا شکر ادا کریں تو وہ ان کو آخرت میں بے پایاں اجر عطا کرے گا۔ یہ مقاصدِ شریعت کا ظاہر ترین مقصد ہے۔

۲۔ حاجیات: وہ ہیں جن کے فوت ہونے سے کوئی اصلی مصلحت فوت نہیں ہوتی اور ان کے نہ ہونے سے زیادہ مشقت نہیں پیش آتی، جیسے سماجی، ثقافتی، معاشی ترقی کے معیار کا ساتھ دینے والی حاجات۔ امام شاطبی کے بقول ''یہ وہ حاجات ہیں جن کا تعلق توسّع اور حرج و تنگی کے زائل کرنے سے ہے، مگر ان کے فقدان سے عام فساد اور بڑا نقصان نہیں ہوتا۔''[۴]

۳۔ کمالیات: ان کے نہ ہونے سے کوئی مشقت یا حرج نہیں پیش آتا۔ ''ان سے مراد ہے اچھی عادتوں میں مناسب ترین عادت کو اخذ کرنا اور گندی حالتوں سے اجتناب کرنا جن کو عقلیں گوارا نہیں کرتیں۔ کمالیات میں مکارم اخلاق کی قسم بھی شامل ہے''[۵]

صحیح بات تو یہ ہے کہ شریعت کے ضروری مقاصد تمام حاجات کی اصل ہیں اور شارع نے تین قاعدوں: ضروریات، حاجیات اور کمالیات کا ارادہ کیا ہے، اس لیے کہ ان تینوں کلّیات کے علاوہ کوئی اور کلّیہ ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا۔[۶]

اب اوّلین حاجات کی سیڑھی اور اس کی بنیاد اور اس کے مقاصد سے واقفیت کے بعد ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ غذا ضروریات میں ایک بڑے اہم مرتبہ پر آتی ہے، اور یہیں سے اس حاجت کے پورا نہ ہونے یا ذخیرہ اندوزی کی خطرناکی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی

فقہاء نے ذخیرہ اندوزی کی کئی تعریفیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:ـ

۱۔ مہنگائی کے وقت غلّہ خریدے، پھر اس کو روک کر رکھے اور بعد میں تنگی کے وقت اس کو قیمت سے زیادہ پر بیچے۔۸

۲۔ مہنگائی کے وقت غلّہ خرید کر روک لے، تا کہ زیادہ ضرورت کے وقت۹ اس کی قیمت زیادہ ہو جائے۔۱۰

۳۔ مہنگائی کے وقت تجارت کے لیے غلہ خریدے اور فوراً نہ بیچے، بلکہ ذخیرہ کر کے رکھے، تا کہ اس کی قیمت مہنگی ہو۔۱۱

۴۔ ذخیرہ اندوزی بازار کی ہر چیز کی ہو سکتی ہے، جیسے کھانا، تیل، روٹی، کپڑا، اون اور ہر وہ چیز جو بازار کو نقصان پہنچائے۔۱۲

مذکورہ بالا تعریفوں کے پیشِ نظر ذخیرہ اندوزی کی جامع تعریف یہ ہو سکتی ہے:
لوگوں کی زیادہ ضرورت کی چیزوں کو (خواہ وہ سامان ہو یا خدمات) اس طرح روکنا کہ لوگوں کو نقصان ہو اور ان کو نقصان پہنچانے کے لیے بھاؤ بڑھانا تا کہ اس میں ان کی تنگی کا استحصال ہو۔

اسلام میں ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے۔ اس میں آدمی یا چوپایوں کی غذا کا فرق ہے نہ کھانے اور دیگر ضروری چیزوں کا، اور اس میں ضروریات کا فرق ہے نہ کمالیات کا۔ احادیث سے کسی تفصیل کے بغیر ذخیرہ اندوزی کی حرمت ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں کوئی قید یا تخصیص نہیں ہے۔ اس لیے ان کا حکم مطلق اور عام رہے گا۔۱۳ بعض احادیث میں ذخیرہ

اندوزی کی ممانعت اور اس سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ اسے گناہ اور غلط کام قرار دیا گیا ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت سعید بن میبؓ نے حضرت معمر بن عبد اللہ عدویؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا مگر خطا کار'' ۱۴

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اس لیے ذخیرہ اندوزی کی کہ وہ مسلمانوں کو مہنگا بیچے گا تو وہ خطا کار ہے، اس سے اللہ کا ذمہ بری ہے''۔ ۱۵

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزی کمانے والے کو رزق عطا ہوگا اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے''۔ ۱۶

یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ ذخیرہ اندوزی شرعاً حرام ہے ''اس لیے کہ ان سے کسی فرق کے بغیر عام نہی کا اظہار ہوتا ہے''۔ ۱۷ یہ احادیث اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ ذخیرہ اندوزی ممنوع کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس حرمت کی حکمت عام لوگوں سے نقصان کو دور کرنا ہے۔ ۱۸

ذخیرہ اندوزی کی شکلیں

فقہاء نے ان صورتوں سے بحث کی ہے جو ذخیرہ اندوزی میں شمار ہوتی ہیں اور لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہیں، اور ان سے منع کیا ہے، اس لیے کہ ان سے امت کی عام مصلحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ شکلیں یہ ہیں:

۱۔ غلّہ لانے والے قافلوں سے شہر کے باہر ملاقات:

فقہاء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ ''قحط اور مہنگائی کے زمانہ میں جب کوئی شہری غلّہ لانے والے کسی قافلہ کی آمد کے بارے میں سنے تو شہر سے باہر نکل کر اس سے ملے اور اس کا سارا کا سارا غلّہ خرید لے، پھر اس کو شہر میں جتنی زیادہ قیمت میں چاہے بیچے'' ۱۹ یا اس کو روکے رکھے اور نہ بیچے ۲۰ تو اس کا یہ عمل اہل شہر کے حق میں نقصان دہ

ہوگا۔ اس معاملہ کی ممانعت بیچنے والے سے ضرر وغبن کے ازالہ کے لیے ہے۔ اس لیے کہ وہ بازار کے معروف نرخ سے واقف نہیں ہے، نیز یہ ممانعت خرید نے والے سے رفع حرج کی وجہ سے ہے، اس لیے کہ وہ متعین قسم کے سامان کو روکنے سے نقصان اٹھائے گا۔ اور روکنے والے کا مقصد بھی لوگوں کو نقصان پہنچانا اور زیادہ سے زیادہ نامعقول نفع کمانا ہی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے وارد بہت سی احادیث میں اس طرح کے معاملہ کی ممانعت ملتی ہے، جیسے:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(غلہ لانے والے) قافلہ والوں سے (شہر کے باہر) نہ ملو''۔ 21

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے بیچنے والوں سے (شہر کے باہر ملنے کی) ممانعت فرمائی ہے'' 22

حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ ''ہم (غلہ لانے والے) قافلوں سے ملتے اور ان سے غلّہ خریدتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اس بات سے منع کیا کہ ہم غلہ کے منڈی پہنچنے سے پہلے ان سے خرید وفروخت کریں''۔ 23

۲۔ شہری کی دیہاتی سے بیع:

فقہاء نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ ''کوئی دیہاتی غلّہ لے کر شہر آئے اور جلدی سے سستا بیچنا چاہے، مگر شہری اس کو لالچ دینے کے لیے کہے کہ اس کو میرے پاس چھوڑ دو، میں اس کو مہنگا کر کے بیچوں گا''۔ 24 اس طرح کے معاملہ کی ممانعت میں بھی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دیہاتی کے ساتھ شہری کی بیع (صحیح) نہیں ہے۔ لوگوں کو آزاد چھوڑ و کہ اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ رزق عطا کرے''۔ 25

حضرت طاؤس کی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"(غلہ بیچنے والے) قافلوں سے شہر کے باہر نہ ملو اور شہری دیہاتی کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرے"۔ طاؤس نے ابن عباسؓ سے کہا: شہری کے دیہاتی کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: اس کا دلال نہ بنے"۔ ۲۶

صارف کی حمایت میں حکومت کا کردار

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اسلامی حکومت ابتدا سے آخری مراحل تک اپنے افراد اور ان کے حقِ کفالت کی ذمہ داری کی پابند رہی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد میں صکوک الجار شاید اس کی بہترین مثال ہے، جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔ حاجات و مقاصدِ شریعت کے ہمارے ذکر کردہ مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ مقاصدِ شریعت اور اس کے احکام امت، اس کے احوال اور مطلوبات کے لیے ضروری ہیں، اس لیے کہ وہ (نص اور اس کے منشا کے ذریعہ) بااختیار ذمہ داروں کو مصالحِ مرسلہ کے مقرر کرنے اور ان کو ان کی مناسب جگہ رکھنے کی قدرت عطا کرتے ہیں۔ "میں نے مصالحِ مرسلہ کا ذکر کرنا چاہا، اس لیے کہ شرعاً وہی معتبر مصالح ہیں، بات یہ ہے کہ ان کے نام رکھنے اور ان کی حفاظت کے لیے خاص نصوص وارد نہیں ہوئی ہیں، مگر ان کی حفاظت قطعی طور پر معلوم شریعت کے مقصود حفظِ مصالح میں داخل ہے، اسی طرح ان عام نصوص میں بھی شامل ہے جو خیر وصلاح کا حکم دیتی ہیں" ۲۷، اس لیے ایک طرف مقاصدِ شریعت سے ربط کے ذریعہ اور دوسری طرف انسانی ضروریات کے مفہوم میں حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری کے طور پر غذائی امن کا تعین مصالحِ مرسلہ کے متعلقات میں تعین، تقدیر اور ترجیح کے لحاظ سے داخل ہے۔ اس باب کو بعض لوگ مصالح مرسلہ کی حفاظت کے لیے "سیاست شرعیہ" کا نام دیتے ہیں جو دن بدن وسیع ہوتی جاتی ہے، اور حکومت پر مزید بوجھ ڈالتی جاتی ہے، مگر اسی کے ساتھ حکومت کو فیصلہ کرنے کے لیے زیادہ لچک بھی عطا کرتی ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ اس کا فیصلہ اسلامی شریعت کے مسلّمات یا زیادہ صحیح الفاظ میں مقاصدِ شریعت کے مطابق ہو۔

ذخیرہ اندوزی کا مقابلہ کرنے کے لیے حکومت کے پاس بہت سے اختیارات ہیں جو اس کو استخلاف کی حیثیت سے حاصل ہوتے ہیں:

استخلاف

اسلامی نظام کے سایہ میں حکومت قانون سازی کے اختیارات کی مالک ہوتی ہے، جو اس کو استخلاف کے برتنے، اس کو ناپنے اور اس کے کام کی نگرانی کا اہل بناتی ہے، اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ استخلاف ایک ایسا نظام ہے جس میں اس نے مسخر کردہ نعمتوں اور وسائل زندگی کے ذریعہ افراد کو استخلافی ذمہ داری عطا کرنے کا حق برتا ہے، اور اسی سبب اور حق کی بدولت حکومت کے لیے یہ ممکن ہے کہ جب افراد اس استخلافی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا نہ کریں تو وہ ان سے وہ حق واپس لے لے، اس لیے کہ اس کو شرعی اختیار حاصل ہے۔ یہی اختیار اس کو وسائل زندگی کے انتظام اور معاشرہ میں ان کی تقسیم کی ذمہ داری عطا کرتا ہے، جس کی انجام دہی میں اس سے حقوق وواجبات متعلق ہوتے ہیں۔ ۲۸

یہاں ہم کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلامی معاشی فکر میں بنیادی طور پر قلت اور کمی کا وجود نہیں ہے۔ یہ اس وضعی فکر کے بالکل خلاف بات ہے جس کا یہ کہنا ہے کہ معاشی مسئلہ وسائل زندگی کی کمی اور قلّت سے پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی فکر میں یہ مسئلہ موجود نہیں، اس لیے کہ موجودہ وسائلِ زندگی انسان کے لیے کافی ہیں، اور جو مسائل پیدا ہوتے ہیں وہ ان وسائل کے غلط استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، یعنی ہمارے لیے مسخر کردہ وسائل کے اچھی طرح استعمال نہ کرنے سے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعاً مِنْهُ ، إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ . (الجاثیة — ۱۳)	اس نے تمہارے لیے مسخر کردیا سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔

إِلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ، وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً، (لقمان–۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخر کردیں وہ تمام چیزیں جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور تم پر ظاہر و باطن کی نعمتیں پوری کردیں۔

ا۔حکومت کا کفالتی کردار:

امت کے غریب ومحتاج، عاجز و بے بس اور بیمار لوگوں کی حاجتوں کی کفالت کی ذمہ داری حکومت کی ہے، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ اگر بیت المال میں تمام مذکورہ لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سامان نہ ہوتو حکومت باقی مسلمانوں کی ضرورت پورا کرنے کے لیے شہر کے مال داروں پر دباؤ ڈالے گی، خواہ ان پر جبر کرنا پڑے، اور یہ سب درج ذیل آیت کے ضوابط کی تنفیذ کے لیے ہوگا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (التوبة –۶۰)

زکوۃ فقراء ومساکین، زکوۃ کا کام کرنے والوں، جن کی تالیف قلب مقصود ہو، گردنوں کے چھڑانے، مقروضوں کے قرض ادا کرنے، اللہ کے راستے میں نکلنے والوں اور مسافروں کے لیے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حق ہے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

یہی نہیں، بلکہ حکومت پر یہ کفالتی ذمہ داری معاشرہ کے تمام افراد کے لیے عائد ہوتی ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں:

لَايَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (الممتحنة–۸)

اللہ تم کو ان لوگوں سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے نہیں منع کرتا جو تم سے دین کے معاملہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سنتِ نبویؐ ان مسائل کی تفصیل بیان کرتی ہے جو حکومت پر فرد کے حق کی وضاحت کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (ملے ہوئے قریب قریب) ہوں گے''، اور آپؐ نے اپنی درمیانی اور شہادت کی دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ سے بتایا۔ ۲۹

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو مومن مال چھوڑ کر مرے تو اس کے ورثاء اس کے مال کے وارث ہیں، اور جو قرض چھوڑے تو (قرض خواہ) میرے پاس آئے کہ میں اس کا مولیٰ ہوں، میں تمام مومنین کا ولی ہوں''۔ ۳۰

یہ بالکل صاف موقف ہے کہ رسول اللہ ﷺ مومنین کے ولی اُمر اور معاشرہ کے اقتدار میں سب سے اعلیٰ حیثیت کے مالک تھے۔ پھر یہی اقتدار بعد میں اسلامی حکومت کی بنیاد بنا اور یہ اس کی ذمہ داری قرار پائی۔ بعض لوگ اسلامی حکومت کو مذکورہ صورت حال میں غیر جانب دار اور بے کردار بنا کر پیش کرتے ہیں، جو صحیح نہیں ہے۔

احادیث نبویؐ کی شرح میں بعض فقہاء نے حکومت کے افراد کی کفالت کے اصولوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ کلکم راعٍ وکلکم مسئولٌ عن رعیتہ ۳۱ والی حدیث کی شرح میں علماء کے حوالہ سے کہتے ہیں: ''الراعی یعنی حفاظت کرنے والا، امانت دار، جو کام کرے اس کی بہتری کا پابند ہو، جو چیز اس کے ماتحت ہو اس میں دینی اور متعلقہ مصالح ملحوظ رکھے اور عدل سے کام لے''

تاریخ میں بھی ایسی چیزیں محفوظ ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ اسلامی حکومت میں صاحبِ اقتدار حاکم کو اپنی رعیت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کا احساس رہتا تھا۔ یہ ذمہ داری بالکل واضح تھی، اس میں کوئی ابہام و التباس نہ تھا اور سب کے لیے اس کا ادراک سہل و آسان تھا۔

سیوطیؒ نے حضرت عمرؓ کے مولیٰ مزاحم سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے حضرت عمرؓ کے خلافت قبول کرنے کے بعد ان کو غم گین حالت میں دیکھا تو ان سے پوچھا:

میں آپ کو غم زدہ کیوں دیکھتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''میں جس حالت میں ہوں اس میں تو غم اور فکر ہونا ہی چاہیے۔ امت کے ہر فرد کو اس کا حق پہنچانے کا میں پابند ہوں، بغیر اس کے کہ وہ مجھے اپنی تکلیف وشکایت کے بارے میں لکھے یا اپنے حق کا مطالبہ کرے۔۳۲

ابن عبد الحکمؒ نے بیان کیا ہے ''حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی بیوی ان کے خلافت قبول کرنے کے بعد ان کے پاس گئیں تو ان کو روتے ہوئے پایا۔ انہوں نے دریافت کیا: ایسی کیا بات ہوئی جو آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: امتِ محمد ﷺ کے امور کا میں والی ہوا، میں نے بھوکے، فقیر، بے یار ومددگار، بیمار، تھکے ہارے، بے لباس، کوتاہ عمل، مظلوم، اجنبی، قیدی، بوڑھے کھوسٹ کے بارے میں سوچا، پتا چلا کہ میرا پروردگار مجھ سے ان سب کے بارے میں پوچھے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اللہ کے سامنے میری کوئی حجت ودلیل کام نہ دے گی۔ اس لیے میں رو رہا ہوں''۳۳

حکومت رعایا کی ضرورتیں بیت المال کے ذریعہ، یعنی سرکاری خرچ پر پوری کرے گی۔ اس کی اہم ترین شکلیں اعانت یا سب سڈی وغیرہ ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت اہلِ ثروت کو سماج اور محتاجوں کے سلسلہ میں ان کے واجبات ادا کرنے پر ابھارے، ابن حزم اندلسیؒ فرماتے ہیں: ''ہر شہر کے اہلِ ثروت پر فرض ہے کہ وہ اپنے ہاں کے فقراء کا خیال کریں، اگر زکوٰۃ کا مال ان کی ضرورتوں کے لیے کافی نہ ہو تو سلطان اہلِ ثروت کو اس پر مجبور کرے گا، فقراء کے لیے ضروری غذا کا انتظام کیا جائے گا، اسی طرح گرمی سردی کے لیے لباس کا انتظام ہوگا، اور ایسے گھر کا جو ان کو بارش، دھوپ اور راستہ چلنے والوں کی نظر سے بچائے۔''۳۴

ذخیرہ اندوزی کے خلاف حکومت کے اقدامات کا شرعی جواز

بحرانی حالات کی وجہ سے کبھی ملک میں ذخیرہ اندوزی کی وبا پھیل سکتی ہے۔ ایسی صورت میں حکمراں کے ہاتھ میں بہت سی تدبیریں ہوتی ہیں جن سے وہ ذخیرہ

اندوزی کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ شاید ان میں اہم ترین تدبیر متعلقہ سامان کی قیمت مقرر کرتا ہے۔ اکثر فقہاء نے اس مداخلت کے جواز اور قیمت مقرر کرنے کے جواز کا فیصلہ دیا ہے، مواھب الجلیل میں مذکور ہے: ''اگر اس نے (متعلقہ) سامان بازار سے خریدا، پھر ذخیرہ کیا اور لوگوں کو نقصان پہنچایا، تو لوگ اس قیمت میں شریک ہوں گے جس پر اس نے خریدا تھا''۔ ۳۵

ابن مزینؒ نے ذخیرہ اندوز کے بارے میں کہا: ''توبہ کرے، جو (سامان) اس کے پاس ہے اس کو بازار میں نکالے اور ضرورت مندوں کو اس جیسی قیمت پر بیچے جس پر اس نے خریدا تھا''۔ اگر وہ ایسا کرنے سے باز رہا تو ابن حبیبؒ نے کہا ہے: (حاکم) اس کو اس کے ہاتھ سے نکال کر بازار میں لائے گا اور اصل قیمت میں لوگ شریک ہوں گے، اگر نرخ نہ معلوم ہو تو ذخیرہ کرنے کے دن کا نرخ لگے گا''۔ ۳۶

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ نے اشارہ کیا ہے کہ مثل قیمت ۔ مقررہ بھاؤ۔ پر بیع سامان کے ساتھ 'خدمات' (Services) کو بھی شامل ہے، وہ کہتے ہیں: ''جب سامان کے مالک لوگوں کی ضرورت کے باوجود اس کو معروف قیمت سے زیادہ پر بیچیں تو ایسی صورت میں ثمن مثل پر واجبی طور پر بیچنے کا حکم دیا جائے گا اور خلاف ورزی پر ان کو سزا دی جائے گی۔'' ۳۷ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کچھ لوگ ایسے گھر میں رہنے پر مجبور ہوں جس کے علاوہ ان کو گھر نہ ملے، یا مملوک سرائے میں قیام کریں، یا گرمی حاصل کرنے کے لئے کپڑا عاریتاً لیں وغیرہ تو بلا اختلاف مالک پر ان کو وہ ضروریات فراہم کرنا واجب ہے۔ ۳۸

البحر الزخار کے مؤلف نے لکھا ہے: ''حاکم ذخیرہ اندوز کو اس کی ضرورت سے زیادہ سامان بیچنے پر مجبور کرے گا۔ ۳۹

ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائیوں سے متعلق فقہاء کی مذکورہ آراء سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ حکمراں کو اختیار ہے کہ لوگوں کی حاجت پوری کرنے اور ان سے حرج دور کرنے اور مصلحت عامہ کے پیش نظر جو اقدام مناسب ہو اس

کے ذریعہ ذخیرہ اندوزی کے مسئلہ سے نپٹے، اس لیے کہ یہ ثابت ہے کہ ''زمانہ کے بدلنے سے احکام میں تبدیلی کا انکار نہیں کیا جاتا''[۴۰]۔ یہ دراصل شریعت اسلامی کا امتیازی وصف ہے کہ اس کے احکام میں لچک ہے جو اس کو دوام و استمرار کی صلاحیت بخشتی ہے اور اس کو لوگوں کی مصالح حاصل کرنے کے لیے عام قواعد کی رعایت کے ساتھ اور ولی امر کی سمجھ بوجھ کے موافق نئی حالتوں کے حل کے لائق بناتی ہے۔

مختلف زمانوں میں اسلامی حکومتوں کے کردار کی مثالیں

پہلی مثال: حضرت عمر بن خطابؓ کے دیوانِ عطا/ جند قائم کرنے کے بعد، جس میں انہوں نے حکومت کا دفاع کرنے والے جزیرۃ العرب کے تمام مسلمانوں کے نام اور ان کے سالانہ عطیے/تنخواہیں درج کی تھیں، پھر ان کو غذائی سامان کی ایک متعین مقدار دینا شروع کی، عطیات سال میں ایک بار دیے جاتے تھے، اس لیے کہ وہ ''مال کے زیادہ جامع اور زیادہ برکت والے''[۴۱] ہوتے تھے، لیکن غذائی سامان مرد، عورت اور مملوک کے لیے مہینہ میں ایک بار دو جریبہ (تھیلی) کے حساب سے دیا جاتا تھا۔ تقسیم ہر شخص کے نام صک (چیک/ راشن کارڈ) کے ذریعہ ہوتی تھی۔ ان چیکس کا نام صکوک الجار تھا (جار مصر کے ایک بندرگار کی طرف نسبت ہے جو عرب ممالک میں تقسیم راشن کا بنیادی مرکز تھا)۔ حضرت عمرؓ نے باشندوں کی عام گنتی بھی کرائی تھی جو مرد، عورت، بچوں، موالی اور غلاموں سب کو شامل تھی، اس لیے کہ انہوں نے مذکورہ چیک فرق وتمیز کے بغیر سب کو عطا کیے اور ہر نفر کے لیے دو جریبہ کا تعین اس طرح ہوا کہ ساٹھ مسکینوں کو بلا کر ان کو روٹی کھلائی گئی تو دو جریبہ حاصل نکلا۔

دوسری مثال: مصر کے بازاروں میں ہر صنعت والوں پر ایک عریف (Monitor) مقرر ہوتا تھا جو ان کے معاملات ومسائل کو دیکھتا تھا۔ روٹی پکانے والوں کے عریف کی بھی روٹی کی ایک دکان تھی۔ اس کے سامنے ایک فقیر کی بھی روٹی بیچنے کی دوکان تھی۔ اس وقت چار رطل روٹی کا بھاؤ ۸ء ا درہم تھا، فقیر نے دیکھا کہ اس کی روٹی ٹھنڈی

ہورہی ہے، (مصر میں روٹی کی کثرت کی وجہ سے ٹھنڈی روٹی کی کوئی حیثیت نہیں رہتی)، فقیر کو نقصان کا اندیشہ ہوا تو اس نے 'ایک درہم کی چار رطل روٹی' کی پکار لگانا شروع کی، تاکہ لوگوں کو خریدنے کے لیے مائل کرے، چنانچہ لوگ اس کی دوکان پر روٹی خریدنے کے لیے ٹوٹ پڑے اور سب کی سب روٹی بک گئی، اور عریف کی روٹی پڑی رہ گئی۔ اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے حسبۃ (شعبۂ احتساب) کے دو مددگاروں کے ذریعہ فقیر پر دس درہم کا جرمانہ کرادیا۔ مسجد جاتے ہوئے قاضی القضاۃ ابو محمد یازوری کا ادھر سے گذر ہوا تو فقیر نے دہائی دی ۴۲۔ قاضی القضاۃ نے محتسب کو بلا کر اس کی سرزنش کی تو اس نے عذر پیش کیا کہ بازاروں میں عرفاء کے استعمال کا معمول ہے اور ان کی بات مانی جاتی ہے۔ اس وقت قاضی نے عریف کو بلا کر اس کی سرزنش کی، اس کو اس کے عہدے سے برخاست کردیا اور فقیر کو سونے کی ۴۳ تیس رباعی (مخصوص سکّے) ادا کرنے کا حکم دیا۔ وہ خوشی سے پاگل ہونے لگا۔ پھر اپنی دکان پہنچا تو مزید روٹی تیار تھی۔ اس نے پکار لگائی: ایک درہم کی پانچ رطل روٹی! تو گاہک اس کی طرف لپکنے لگے، جس سے دیگر روٹی بیچنے والے اپنی روٹی کے ٹھنڈے ہونے سے ڈرے چنانچہ انہوں نے بھی فقیر کی طرح بیچنا شروع کردیا۔ اب فقیر نے ایک درہم میں چھ رطل روٹی کی آواز لگائی تو دیگر روٹی والے بھی اس کی پیروی پر مجبور ہوئے۔ فقیر نے دیکھا کہ دیگر روٹی بیچنے والوں کی اس کی پیروی سے روٹی سستی ہورہی ہے اور برخاست شدہ عریف کا غصہ بڑھ رہا ہے تو اس نے مزید ایک ایک رطل بڑھانا شروع کیا۔ دیگر نانبائی بربادی کے ڈر سے اس کی پیروی کرتے رہے، آخر نوبت بایں جارسید کہ ایک درہم کی دس رطل روٹی کی آوازیں بلند ہوئیں۔ تمام شہر میں یہ خبر پھیلی اور لوگوں نے سنا تو اُدھر روٹی خریدنے کے لیے دوڑے اور کھانا سستا ہوگیا۔ ۴۴

تیسری مثال: فاطمی خلیفہ الآمر باحکام اللہ کے عہد میں مہنگائی ہوئی تو ایک سواردب گیہوں کی قیمت ایک سوتیس دینار تک پہنچ گئی۔ خلیفہ نے قائد ابوعبداللہ بن فاتک (بعد میں اس کا لقب مامون بطائحی ہوا) کو صورت حال سے نپٹنے کے لیے کہا۔ اس

نے اناج کے گوداموں کو مہر بند کر کے ان کے مالکوں کو بلایا اور ان کو اختیار دیا کہ نیا غلّہ آنے تک اگر وہ تیس دینار میں ایک سو ارد ب گیہوں بیچنے پر راضی ہوں تو ان کے گوداموں کو کھول دیا جائے، ورنہ نیا غلّہ آنے تک وہ بند پڑے رہیں گے۔ جس تاجر نے یہ پیش کش قبول کی اس کے گودام کھول دیے گئے اور جنہوں نے بات نہ مانی ان کے گودام بند رہے۔ پھر قائد نے عوام کی یومیہ اناج کی ضرورت کا اندازہ لگایا اور متعین بھاؤ پر بازار میں دستیاب غلہ کا حساب کیا۔ اب جو کمی محسوس ہوئی وہ سرکاری گوداموں سے آٹا پیسنے والوں کو متعین بھاؤ پر دیا گیا، یہاں تک کہ بازار میں نیا اناج آنے لگا اور بھاؤ کم ہونے لگے تو مہر بند گودام بھی کھلے اور بھاؤ مزید کم ہو گئے۔

خلاصہ:

یہ محض چند نمونے ہیں کہ حکومت معاشی زندگی میں مداخلت کر کے کس طرح معاشی سیاست کی رہنمائی کرتی اور اس کو متعین کرتی تھی۔ حکومت کی طاقت اور کمزوری سے اس مسئلہ کا تعلق نہ تھا۔ بوقتِ ضرورت حکومت ہر حال میں مداخلت کرتی اور اپنے فیصلوں اور تمام قوانین کا احترام کراتی تھی، جس کی اس کے وجود اور دوام کے لیے شریعت نے اس کو فقہی اور قانونی بنیاد عطا کی تھی۔

زیرِ بحث موضوع سے متعلق ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی کے خاتمے کے لیے راست مداخلت میں حکومت کا مثبت کردار تھا، خاص طور سے جب کہ معاملہ غذائی اور ضروری سامان سے متعلق ہوتا تھا۔ یہ غذائی امن کا ایک حسّاس پہلو اور اشاریہ ہے، اس لیے کہ ذخیرہ اندوزی میں اوّلاً متعینہ سامان کو عام منفعت سے روک کر ذخیرہ اندوز کا اپنی شرط کو تھوپنا ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ غذائیں خاص طور پر ضروری سامان میں شمار ہوتی ہیں، جن کے چھپانے سے فرد کا عبادت میں حصہ باطل ہو جاتا ہے، اس لیے سماج میں ایک ایسے طاقت ور رعب دار اقتدار کا ہونا لازمی ہے جو ذخیرہ اندوزی کی لعنت کے سامنے دیوار بن کر کھڑا ہو اور غذائی امن حاصل کرنے کے لیے اس کا خاتمہ کر دے۔

حواشی ومراجع

۱۔عبدالستار ہیتی ،السیاسۃ الشرعیۃ فی المذہب الاقتصادی الاسلامی ،غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ ،ص۱۹۲
۲۔سیف الدین آمدی ،الاحکام فی اصول الاحکام ،دار الکتب العلمیۃ ،۱۹۸۳ء،ص ۲۰۵
۳۔ابواسحق شاطبی ،الموافقات ،تحقیق عبداللہ دراز ،دار المعرفۃ بیروت ،
۴۔سلیمان الجمل ،حاشیۃ الجمل علی شرح المنہج ،دار الجیل العربی ،بیروت ۱۸۷۵ء،۹۳/۳
۵۔جلال الدین سیوطی ،الجامع الصغیر فی أحادیث البشیر النذیر ،مطبعۃ البابی الحلبی ،مصر ،
۱۳۷۳ھ،۲۰۴/۲
۶۔احمد ریسونی ،نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی ،المعہد العالمی للفکر الاسلامی ،واشنگٹن ،
۱۹۹۵ء،ص۲۶۳
۷۔السیاسۃ الشرعیۃ ص۱۹۲
۸۔نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ۴۵۶/۳،حاشیۃ الجمل ۹۳/۳
۹۔خطیب شربینی ،مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج ،دار احیاء التراث العربی ،بیروت ،۱۹۸۰ء،۳۸/۲
۱۰۔الفیروزابادی الشیرازی ،المہذب ،المطبعۃ الخیریۃ ،مصر ،۱۹۶۱ء،۲۹۲/۱
۱۱۔صحیح مسلم بشرح النووی ،۴۳/۱۱
۲۱۔مالک بن انس ،المدونۃ ،دار الکتاب السعودیۃ ،۱۹۷۵ء،۲۹۱/۴،ابو الولید باجی ،المنتقی ،
دار الشعب ،القاہرۃ ،۱۹۷۰ء،۱۶/۵،
۱۳۔السیاسۃ الشرعیۃ ص۱۹۲
۱۴۔صحیح مسلم ،دار المعرفۃ بیروت ،۱۹۸۰ء،۵۶/۵،ابن العربی مالکی ،صحیح الترمذی بشرح عارضۃ
الاحوذی ،دار الکتاب السعودیۃ ،۱۹۷۶ء،۲۲/۶،سنن ابی داؤد ،مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ،مصر ،
۱۹۵۰ء،۲۴۳/۲،حاکم نیساپوری ،المستدرک علی الصحیحین ،دار احیاء التراث العربی ،بیروت ،
۱۹۸۶ء،ص۱۱۸،الجامع الصغیر ...۲۰۴/۲،المنذری ،الترغیب والترہیب مکتبۃ المؤید ،الطائف ،

۱۹۸۲ء،۲/۵۸۲،

۱۵۔ حاکم المستدرک ۲/۱۲، البیہقی ، السنن الکبریٰ ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت ، ۱۹۷۰ء،
۶/۳۰، الترغیب والترہیب ۲/۵۸۲

۱۶۔ سنن ابن ماجہ، دار الکاتب بیروت، ۱۹۷۲ء، ۲/۷۲۸، السنن الکبریٰ بیہقی، ۶/۳۰، المستدرک حاکم ۲/۱۱

۱۷۔ شہاب الدین شلبی، حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق (مطبوع بہامش تبیین الحقائق)، طبع دوم،
مصطفیٰ البابی الحلبی ، مصر، ۱۹۵۰ء، ۶/۲۷، احمد طحطاوی، حاشیۃ الطحطاوی، دار المعرفۃ ، بیروت ،
۱۹۷۵ء، ۴/۲۰۰

۱۸۔ صحیح مسلم ۱۱/۴۳

۱۹۔ ابوبکر محمد حداد، الجوہرۃ النیّرۃ لمختصر القدوری، المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۲۲ھ، ۱/۲۰۶، محمد بابرتی ، العنایۃ
علی الہدایۃ (مطبوع بہامش فتح القدیر)، المطبعۃ الکبریٰ الامیوۃ، بولاق، مصر، ۱۳۱۶ھ، ۵/۲۴۰

۲۰۔ حاشیۃ الطحطاوی ۴/۲۰۰

۲۱۔ صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی ، بیروت، ۳/۹۲

۲۲۔ صحیح البخاری ، ۳/۹۵، صحیح مسلم ۵/۵، سنن ابن ماجہ ، ۲/۷۳۵، مبارکپوری ، تحفۃ الاحوذی،
دار المعارف مصر، ۱۹۸۱ء، ۴/۴۱۳

۲۳-۲۴۔ شرف الدین حسین بن احمد صنعانی ، الروض النظیر فی شرح مجموع الفقہ الکبیر، طبع دوم،
مکتبۃ المؤید، الطائف ، ۱۹۶۸ء، ۳/۵۸۱

۲۵۔ سنن النسائی، طبع دوم، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، ۱۹۵۰ء، ۷/۲۵۶، سنن ابی داؤد، ۳/۳۶

۲۶-۲۷-۲۸۔ صحیح البخاری ۳/۹۵

۲۹-۳۰۔ الجامع الصغیر ....۲/۲۰۴، ۲۰۵

۳۱۔ صحیح البخاری، ۳/۹۵

۳۲۔ الجامع الصغیر...۲/۲۰۴

۳۳۔ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن المعروف بالحطاب، مواہب الجلیل فی مختصر خلیل، دار الشعب ، مصر،
۱۳۲۹ھ، ۴/۲۲۷

۳۴۔ الفلاکۃ والمفلوکون ص ۱۸۲
۳۵۔ السیاسۃ الشرعیۃ ... ص ۱۹۷
۳۶۔ مواہب الجلیل ... ۴/ ۲۲۷
۳۷۔ المنتھیٰ ۵/ ۱۷
۳۸-۳۹۔ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، طبع دوم، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۹۵۰ء، ص ۳۵۶، ۳۷۴-۳۷۶،
۴۰۔ السیاسۃ الشرعیۃ ... ص ۱۹۲
۴۱۔ محمد بن اسماعیل صنعانی، سبل السلام، طبع دوم، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۰ء ۳/ ۲۵
۴۲۔ احمد بن علی قلقشندی، صبح الأعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، المطبعۃ الخیریۃ، مصر، ۱۹۶۵ء، ص ۶۴
۴۳۔ مقریزی نے لکھا ہے کہ یہ سکّہ خلیفہ مامون نے ڈھالا تھا۔
۴۴۔ صبح الأعشیٰ، قلقشندی، ص ۷۷

☆

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اس کتاب میں ابوالانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داعیانہ زندگی اور دعوتی و تبلیغی جدّ و جہد کا ایک جامع مرقع پیش کیا گیا ہے اور ملّتِ ابراہیمی کے بنیادی عناصر، ملّتِ ابراہیمی کے حاملین، ملّتِ ابراہیمی سے انحراف، ملّتِ ابراہیمی اور اسلام، نصاریٰ اور ملّتِ ابراہیمی جیسے اہم موضوعات پر محققانہ اور داعیانہ بحث کی گئی ہے۔ ایک ایسی جامع اور تحقیقی کتاب جو ملّتِ ابراہیمی سے متعارف کرانے کے ساتھ اسوۂ ابراہیمی سے بھی روشناس کراتی ہے۔

صفحات: ۲۹۶ قیمت =/ ۷۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ علی گڑھ-۱
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵